اہل حرم کی رہائی

علامہ سید مجتبیٰ حسن کاموںپوری صاحب قبلہ

پورا سال اہلبیتؑ کو دمشق کی اسیری میں گذر گیا۔ یزید کا ارادہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کربلا کے اسیروں کو زندگی بھر قید کی سزا دی ہے۔ لیکن ملک کے ہر حصہ میں بے چینی نے یزید کی آنکھیں کھول دیں اور وہ پچھتانے لگا کہ اس نے یہ راہ کیوں اختیار کی اہلبیتؑ کی تشہیر سے اسے گمان تھا کہ یہ ذلیل ہوجائیں گے اور دوسروں کے دل لرز جائیں گے اور سب خوفزدہ ہوکر حکومت کے غلام بن جائیں گے اور دوسری خواتین اور بیمار کربلا کی آتشیں تقریروں نے یزید کے سکون واطمینان کی جنت کو غم ورسوائی کے جہنم میں ڈال دیا۔ دمشق کی قید کا زمانہ بیمار کربلاؑ کے لئے ایک سوہان روح کا زمانہ تھا۔ اسی عہد کا واقعہ ہے کہ منہال بن عمرو نے بیمار کربلا سے ملاقات کی، اس وقت امام قیدخانہ کے باہر معلوم ہوتے ہیں منہال نے امام سے پوچھا: آپ کیسے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا ہم ویسے ہی ہیں جیسے فرعون کے زمانہ میں بنی اسرائیل تھے۔ وہ ان کے بچوں کو ذبح کرتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھ چھوڑتا تھا۔ عرب عجم کے مقابلہ میں یہ فخر کرتے تھے کہ وہ محمدؐ عربی ہیں اور قریش عرب کے مقابلہ میں فخر کرتے تھے کہ محمدؐ قریشی ہیں اور ہم اہلبیتؑ قتل کئے گئے، دربدر پھرائے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

(اثبات الوصیت مسعودی، ۱۳۴۶ھ، ص ۱۴۳/ لہوف ابن طاؤس، ص ۱۰۷/ مثیر الاحزان ابن نما، ص ۵۸)

اہل بیتؑ کے خوف کا یہ عالم تھا کہ دمشق کی سرکار سے وہ اس قدر غیر مطمئن تھے کہ قیدخانہ سے تھوڑی دیر باہر بیمار کربلاؑ کی باتیں کرنا ثانیٔ زہرا کے انتشار ذہن کا سبب ہوگیا۔

منہال کہتے ہیں کہ سید سجاد مجھ سے باتیں ہی کر رہے تھے کہ ایک خاتون ان کے پیچھے آکھڑی ہوگئیں اور فرمایا بیٹا کہاں! امامؑ نے منہال کو فوراً چھوڑا اور ان کے ساتھ ہوگئے۔ منہال نے جب دریافت کیا کہ یہ کون خاتون تھیں تو انھیں بتایا کہ یہ ثانیٔ زہرا حضرت زینبؑ تھیں۔

(انوار النعمانیہ، نعمت اللہ جزائری)

ملک کی بددلی سے متاثر ہوکر یزید نے طے کیا کہ اسیران کربلا کو بلا کر رہا کیا جائے۔ بیمار کربلاؑ سے کہا کہ آپ کو رہا کیا آپ کی مرضی پر ہے کہ خواہ دمشق میں قیام کریں خواہ مدینہ واپس چلے جائیں۔ اسیران کربلا نے کہا کہ دمشق سے رخصت ہونے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ ہم کو اجازت دی جائے کہ امامؑ کی مجالس غم برپا کریں۔

یزید نے اجازت دے دی۔ ایک گھر خالی کرادیا گیا۔ سب نے کالے کپڑے پہنے۔ شام میں جو قریش یا ہاشمی تھے مجلس ماتم داری وتعزیت سوگواری میں شریک ہوئے۔ یہ مجلس سات روز تک ہوتی رہی۔ ان مجلسوں کا تاریخی اثر بہت زیادہ ہے۔ مجلسی نظام جو ڈیڑھ ہزار سال سے ہمارے عقیدہ وایمان وعمل کو تازہ زندگی بخش رہا ہے۔ اس کی بنیاد انھیں ایام میں خود دشمن کے پائے تخت میں ثانیٔ زہراؑ اور بیمار کربلاؑ نے ڈالی۔

(علامہ مجلسی، بحار الانوار، ج ۱۰)

جن مقاصد پر مبنی تھا اور اسیران کربلا نے جس مقصد کو اپنی اسیری میں ملحوظ رکھا اس کو ہم پورا سال خصوصاً ماہ محرم میں مجلسوں میں پیش کرتے ہیں۔ سید الشہداء کے ساتھیوں نے اور

بیمار کربلاؑ نے اور خواتین نے اپنی اپنی قربانیاں دینی بیداری اور عملی جوش کے لئے دی تھیں۔ دیانت اقتصاد، اجتماع، حمیّت احترام، حمایت مظلوم، ظالم سے نفرت، استقامت واثبات کی دولت ان مجلسوں میں تقسیم ہونا چاہئے۔ اور شہداء اور اسیران کربلا کی خدمات کا صحیح اعتراف یہی ہے کہ مجلسوں سے ذہنی تعمیر کے کام لئے جائیں۔

تبرکات کی واپسی کی خواہش

بیمار کربلاؑ نے اپنا لوٹا ہوا مال یزید سے مانگا اس نے کہا کہ اس سے کئی چند دوں گا۔ امامؑ نے فرمایا ہمیں تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہے لوٹ کے مال میں حضرت فاطمہؑ بنت محمدؐ کا چرخہ ہے۔ ان کا قلادہ اور قمیص ہے۔ یہ چیزیں یزید نے واپس کردیں۔ دوسو دینار بھی دیئے اسے امامؑ نے اسی جگہ فقیروں میں تقسیم کردیا۔ (لہوف، ص ۸۸)

شام سے کربلا کی طرف

قید سے رہائی کے بعد بجائے اس کے کہ بیمار کربلاؑ اور مخدرات عصمت سیدھے مدینہ روانہ ہوتے انھوں نے اصرار کیا کہ پہلے ہم کربلا جائیں گے وہاں سے مدینہ جائیں گے۔ جناب جابر عبداللہ انصاری (جناب رسولؐ خدا کے وفادار و مخلص و عاشق صحابی تھے اور کافی معمر ہو چکے تھے) سیدالشہداء کی قبر کی زیارت کے لئے کربلا معلیٰ آئے تھے۔ یہی زمانہ بیمار کربلا کے کربلا پہنچنے کا تھا۔

علامہ ابن طاؤس لہوف میں لکھتے ہیں (ص ۸۸) جب حسینؑ کی عورتیں اور عیال شام سے عراق پہنچے تو ان لوگوں نے رہنما سے کہا کہ ہمیں کربلا کی طرف سے لے چلو۔ یہ لوگ قتل گاہ پر پہنچے اس جگہ حضرت جابر عبداللہ انصاری اور بنی ہاشم کی ایک جماعت اور آل رسولؐ کے کچھ مردوں سے ملاقات ہوئی۔ ان سب نے مل کر قبر امامؑ پر نوحہ و ماتم کیا کہ قرب وجوار کی عورتیں بھی ماتم میں شریک ہوگئیں۔ یہاں کئی روز قیام رہا۔ (لہوف، ص ۱۸۸)

بعض دوسری کتابوں میں کہا گیا کہ تین روز کربلا میں قیام رہا۔ اسی کربلا میں پہلی بار بیمار امام اور مخدرات عصمت کا ورود ہوا تھا اور عزیز واقارب واحباب سب حفاظت کے لئے موجود رہے پھر کربلا میں لٹتے ہوئے دیکھا آج ان کی قبروں کے نشان دیکھے۔

واقعہ کربلا کے سلسلہ میں علمی تحقیقات پر کم توجہ کی گئی اس کے حزنیہ پہلو سے تو عوام وخواص علما و محققین سب ہی متاثر ہوئے لیکن بڑی عقلوں نے اس کے اختلاف کو دور کرنے کے لئے محنت ومشقت نہیں کی۔ انھیں الجھے ہوئے مسائل میں اسیران کربلا کی رہائی اور کربلا میں دوبارہ آمد کا مسئلہ ہے۔ ایرانیوں خصوصاً ہندوستانیوں کے لئے کسی قدر یہ عذر قابل قبول ہے کہ ان کے سامنے عراق کا مفصل جغرافیہ نہیں ہے جس سے طے کیا جائے کہ اسیران کربلا شام کس راستہ سے گئے تھے اور یہ راستہ کتنے دنوں میں کوفہ سے شام تک طے ہوتا تھا اور دوبارہ کربلا کس سال اور تاریخ میں واپس ہوئے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ کربلا میں یہ واپسی ۶۱ھ میں صفر کو ہوگئی ہے وہ کہتے ہیں کہ عمر بن سعد کربلا سے ۱۱ر محرم کو کوفہ روانہ ہوگیا۔ ۱۲ر محرم کو اہل بیت کوفہ میں پہنچ گئے اور ۱۳ر کو قافلہ دمشق چلا اور ۱۳ر دن میں دمشق پہنچ گیا۔ یعنی ۲۶ر محرم کو دمشق میں پہنچا۔ اس کے بعد روایتیں ہیں کہ اہلبیت ۶ر دن دمشق میں رہے یعنی ۳ر صفر کو دمشق سے کربلا کے لئے روانہ ہوگئے۔ اسی طرح کربلا میں ۱۷ر صفر کو پہنچ گئے۔ تین دن جو بچتے ہیں یا تو ان میں کا کوئی حصہ کہیں زیادہ صرف ہوا یا کوفہ اور دمشق میں ایک ایک دن زیادہ قیام کیا گیا۔ (شہید اعظم، ریاض بنارسی مرحوم، ص ۱۶۹ / ۲)

کوئی صاحب لکھتے ہیں کہ ۱۲ر محرم ۶۱ھ کو یہ قافلہ کوفہ پہنچا۔ ایک ہفتہ کوفہ میں قیام ہوا۔ نو روز میں کوفہ سے شام تک راستہ طے کیا۔ یکم صفر ۶۱ھ کو قافلہ دمشق پہنچ گیا۔ دو روز کنیسز میں ٹھہرا، ایک ہفتہ دمشق میں عزاداری کی ۱۲ر روز میں واپسی ہوئی اربعین ۶۱ھ کو راہ ہو کر کربلا میں دوبارہ واپس آ گئے۔

مولانا حاجی شیخ عباس قمی رحمت اللہ علیہ ان لوگوں میں

ہیں جن کی نظر واقعہ کربلا پر فاضلانہ ہے ان کے استاد علامہ نوری نے واقعہ کربلا میں تحقیقات علمی کا دروازہ کھولا اور شیخ عباس قمی بھی اس مسلک پر چلتے رہے۔ موصوف لکھتے ہیں اہلبیت کا ۲۰ رصفر ۶۱ھ کو کربلا واپس آنا بہت مشتبہ معلوم ہوتا ہے موصوف لکھتے ہیں کہ کسی فن حدیث کے ماہر اور معتبر اہل سیر و تاریخ نے مقاتل وغیرہ میں یہ نہیں لکھا ہے کہ اہل بیتؑ کا ورود کربلا میں ۲۰ رصفر کو ہوا۔ (منتہی الامال، ص ۲۴۱ شیخ عباس قمی)

لوط بن یحییٰ ابومخنف نے کوفہ سے شام تک اسیران خاندان رسالتؐ کا جو راستہ بتایا ہے وہ ۱۴۳۰ رمیل ہوتا ہے۔

ابومخنف نے اس روایت کو جہل شہ زوری سے لیا ہے جو کوفہ میں دمشق تک قافلہ اہلبیتؑ کے ساتھ تھے۔ امام زین العابدینؑ کی وہ روایت بھی ۶۱ھ میں واپسی کی مزاحم ہے جب حضرت نے قید خانہ دمشق کا حال بیان فرمایا ہے کہ اس قید خانہ پر چھت نہ تھی اور ہم لوگ گرمی وسردی سے محفوظ نہ تھے۔ اس روایت سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ اسیران محمدؐ پر سردی کا زمانہ بھی شام میں گذرا اس سے نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ اسیران اہل بیتؑ کی رہائی ۶۲ھ میں ہوئی اور ۶۲ھ میں یہ قافلہ کربلا ہوتا ہوا مدینہ منورہ پہنچا ہے۔

بیمار کربلا علیہ السلام مدینہ میں

ایک دن سید سجادؑ مدینہ سے اپنے باپ چچا بھائیوں اور بہنوں بھتیجوں کے ساتھ مدینہ سے نکلے تھے اور واپسی میں مردوں میں سوا سید سجادؑ کے اور بعض بہت کم سن بچوں کے اور خواتین کے کوئی بھی نہیں ہے۔ سب کو کربلا کی زمین میں سونپ دیا۔ اس وقت بیمار کربلا اور مخدرات عصمت کے جو جذبات اور احساسات ہوں گے ان کا اندازہ ہمارے بس سے باہر ہے۔

جب بیمار کربلا مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو سواریوں کو ٹھہرانے کا حکم دیا۔ بیمار کربلا اور مخدرات عصمت سب اتر پڑے خیمے لگائے گئے۔ بشیر بن جذلم سے بیمار کربلاؑ نے فرمایا تمہارے باپ شاعر تھے۔ تمہیں بھی شاعری سے دلچسپی ہے۔

بشیر نے کہا میں بھی شاعر ہوں۔ امامؑ نے فرمایا ابوعبداللہ حسینؑ کی سنائی سنا دو۔ بشیر مسجد رسولؐ کے پاس آئے اور روتے ہوئے بلند آواز سے یہ شعر پڑھے۔ مدینہ والو مدینہ رہنے کی جگہ نہیں رہی۔ حسینؑ قتل ہو گئے میرے آنسو رواں ہیں۔ ان کی نعش کربلا میں چھوڑ دی گئی اور ان کے سر کی نیزہ پر تشہیر ہوئی۔ بیمار کربلاؑ نے زندگی کا نیا دور شروع کیا۔ سجادہ پر قیام کے ساتھ قوت برداشت اور برائی سے انکار کے ساتھ احساس کمتری اور عزم کی شکست کا شائبہ نہ پیدا ہونے دینا یہ بیمار کربلاؑ کا ایسا کارنامہ ہے جس کی تاریخ انسانی میں مثال نہیں ہے۔ ان کے گریہ اور ان کی آہ و کراہ میں قوت اور مردانہ پن اور اولوالعزمی ہے۔ بیمار کربلا کی آنکھ نے دردناک مناظر کی جو تصویریں دیکھی تھیں ان کا رنگ کبھی میلا نہیں ہوا۔ باپ، چچا بھائیوں، عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ وحشیانہ قتل اور اہل حرم کی اسیری کا وہ زندگی بھر ذکر کرتے رہے کہ انسانیت اب دوبارہ اتنی پستی میں گرنے سے بچے۔ بنی امیہ کی انتہائے رذالت وکمینگی اور اسلام دشمنی اور ضمیر کشی کو نمونے کی گراوٹ دے کر اور سیدالشہداءؑ اور ان کے ساتھیوں کی قربانیوں کو حق کی آخری فتح قرار دے کر دلوں میں حق کی تائید ونصرت اور ہر حالت میں سچائی کے ساتھ تعاون کی دعوت دیتے رہے۔ امامؑ کا گریہ، وحشی انسانوں کی قساوت وحیوانیت کے خلاف ایک احتجاج تھا۔ وہ عدل ومروت وانسانیت کی موت پر آنسو بہاتے تھے۔ وہ جب تک زندہ رہے ان کے آنسو نہ تھمے۔

ایک ہمدرد نے کہا کہ روتے روتے آپ تباہ ہو جائیں گے فرمایا میں اپنے رنج وغم کی اللہ سے شکایت کرتا ہوں مجھے جب بنی فاطمہؑ کی قتل گاہ کی یاد آتی ہے، گریہ میرے گلوگیر ہو جاتا ہے۔ (فضائل، ص ۱۳۱)

ایک اور شخص نے کہا آپ کا غم کب ختم ہوگا۔ فرمایا حضرت یعقوب نے میری مصیبت سے بہت کم مصیبت پر خدا سے شکایت کی حالانکہ ان کا ایک فرزند ہی گم ہو گیا تھا اور وہ زندہ موجود تھا میں نے اپنے باپ اور عزیزوں کو اپنے سامنے ذبح

ہوتے ہوئے دیکھا (کامل الزیارۃ ابن قولویہ قمی، ص ۲۷) جب بھی شہدائے کربلا کی یاد آئی بیمار کربلاؑ کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بیمار کربلاؑ ہی کا جگر تھا کہ انھوں نے اس غم کے ساتھ زندگی پوری کردی اور زندگی کے تمام فرائض کی تکمیل کی۔ جب پانی پینا چاہتے باپ اور عزیزوں اور دوستوں کی یاد آجاتی۔ پانی میں آنسوؤں کا طوفان دل سیر ہوکر پیاس نہ بجھانے دیتا۔ کوئی کچھ کہتا تو فرماتے کیسے نہ روؤں، یہ پانی میرے باپ کو نہ ملا اور وحشی جانوروں اور درندوں کے لئے کھلا ہوا تھا۔

(مناقب ابن شہر آشوب، ۲/ ۲۶۳)

واقعہ کربلا میں جو لوگ شریک تھے اور شہید ہوگئے، ان کے وارث اگر کہیں مل جاتے تو وہ جانثار وفادار انھیں یاد آجاتے، ان کی فداکاری کو آنسوؤں کا تحفہ پیش کرتے اور ان کی گراں قدر لفظوں میں مدح فرماتے عبداللہ بن عباس کو جب دیکھتے چچا کی محبت و وفاداری اور ان کی یاد اور ان کے زخم کو ہرا کردیتی۔ اہل عقیدت سے سیدالشہداءؑ کے غم میں گریہ کا اجر بیان فرماتے۔

جس مومن کے آنسو شہادت امام حسینؑ کی یاد میں آنکھ سے ہوکر رخسار تک آجائیں گے، اللہ اس کو جنت میں مکان عنایت فرمائے گا جس مومن کی آنکھ سے آنسو دشمن کی طرف سے کاری اذیت کے تصور میں رخسار تک بہہ جائیں گے اللہ اسے منزل صدق میں جگہ دے گا۔ جس مومن کی آنکھ سے آنسو ہماری تکلیف کی یاد میں رخسار تک بہہ کر آجائیں گے تو اللہ اسے قیامت میں جہنم کی تکلیف سے بچائے گا۔

امامؑ کے آنسو مسلمانوں کے دلوں میں ظالموں کے خلاف نفرت کی آگ مشتعل کرتے رہے۔ بغیر فوجی طاقت کے گریہ سے انقلاب کے بانی بیمار کربلا ہوئے۔ بیمار کربلا کا گریہ مکمل جہاد حسینیؑ تھا۔ اسی گریہ نے توابین کی رگوں میں غیرت کا خون دوڑایا۔ اسی گریہ نے مختار بن عبیدہ ثقفی کے عزم میں طاقت پیدا کی اور اسی گریہ کے سیلاب میں ایک دن بنی امیہ کی قہار حکومت بہہ کر بے نام ونشان ہوگئی۔ بیمار کربلا اگرچہ قید وبند کی طویل مدت گذار کر اپنے وطن مدینہ منورہ میں آگئے لیکن ساری زندگی واقعہ کربلا کا سوز ان کے دل وجگر کو بہلاتا رہا اور اپنے دل کی خاکستر سے دین وصداقت کی نئی عمارت کھڑی کی ؎

فیصلہ کی رات ان کے پیر کی بیڑیاں کٹیں
سوز جگر میں رہ گیا درد جدا نہیں ہوا

مدینہ سے مدینہ تک سید سجادؑ نے جس پامردی، اولوالعزمی، ایمانی قوت، فرض شناسی اور حکیمانہ طرز عمل کے نقش چھوڑے ہیں وہ لافانی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بیمار کربلاؑ اپنے مخصوص کردار میں بے نظیر ہیں۔ ان کے بعد ڈیڑھ ہزار سال کی زندگی میں کوئی ایسا جواں مرد جفاکش، نڈر حوصلہ انسان تاریخ کو میسر نہیں آیا ع

کوئی آیا ہی نہیں آبلہ پا تیرے بعد

❁❁❁